بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

اسلام آباد میں تعلیمی کانفرنس اور اُردو زبان

ادھر تیس سال سے ہمارے رہنما اور دانشور قومی تشخص کی تلاش میں ہیں، لیکن قومی سطح پر ہم نے ایک ایسی چیز سے مسلسل تغافل برتا ہے جو ہمارے تشخص کے اجزائے ترکیبی میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اور وہ ہے اُردو زبان کا مسئلہ، اس بات سے شاید ہی کسی کو اختلاف ہو کہ ہماری قومی اور تعلیمی زبان وہی زبان ہو سکتی ہے جو ہماری روایات، احساسات، اور جذبات کی پوری طرح سے نمائندگی کرتی ہو، مزید یہ کہ وہ ملک میں مختلف بولیاں بولنے والے انسانوں کے درمیان رابطہ کا کام بھی دیتی ہو۔ ظاہر ہے کہ پاکستان میں یہ اعزاز صرف اُردو زبان ہی کو حاصل ہے کہ وہ صرف پاکستان میں بسنے والے لوگوں کے درمیان رابطہ کا کام دے رہی ہے، بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کی تہذیبی وحدت کا نشان بھی ہے اور ہماری مذہبی، ثقافتی اور تاریخی وراثت کی امین۔ گذشتہ دو سو سال میں ارباب نظر نے اپنی فکری تخلیقات کے لئے اس زبان کو اختیار کیا اور آج یہ اس مقام پر کھڑی ہے جہاں برصغیر کی کوئی دوسری مقامی زبان، خواہ وہ بنگالی ہو یا گجراتی، سندھی ہو یا تامل، اُردو زبان کے مقابلے میں نہیں آتی۔ چنانچہ اُردو زبان کی اس منفرد پوزیشن کے پیش نظر، جو اسے فطرت نے عطا کی ہے، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پاکستان میں قومی وحدت کا سوال ہو یا تعلیمی معیار کو بلند کرنے کا مسئلہ۔ ملی تشخص کی بات ہو یا قومی خود اعتمادی کو بحال کرنے کا نکتہ، غرضیکہ ہمیں اپنے تعلیمی اور ثقافتی بحران پر قابو پانے سکنے کے لئے اُردو

زبان کا سہارا لئے بغیر چارہ نہیں۔ گذشتہ تیس سال کے واقعات نے یہ بتا دیا ہے کہ تعلیمی مسائل کا حل تعلیم کے فطری تقاضوں کو تسلیم کرنے ہی میں مضمر ہے، اس لئے ارباب فکر سے ہماری اپیل ہے کہ وہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اپنی تاریخ سے روشنی حاصل کریں۔ آج اس امر سے ہر کوئی واقف ہے کہ جس وقت برصغیر میں انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا تو اس وقت نہ صرف ہندوستانی بلکہ انگریز ماہرین تعلیم بھی اس چیز کے خلاف تھے۔ لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی کے وقتی مفاد نے لارڈ میکالے کے حق میں فیصلہ دیا۔ چنانچہ میکالے رپورٹ پر انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا جس نے طالب علموں کی فکری اور ذہنی نشو و نما کو نقصان پہنچایا، وہ خود اعتمادی سے محروم ہوئے اور اپنی قوم سے کٹ گئے۔[1] یہاں پر یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے کہ یہاں زیر بحث امر انگریزی زبان نہیں ہے کہ اسے پڑھنا چاہیئے یا نہیں۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا چاہیئے یا نہیں۔ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے تو اس حقیقت سے کسی کو مجال انکار نہیں کہ انگریزی ایک بین الاقوامی زبان ہے اور اپنے فکری، ادبی اور تاریخی سرمایہ کی بنا پر عالمی ادب میں اپنا مقام رکھتی ہے۔ جنگ عظیم کے بعد اس نے دیکھتے ہی دیکھتے یورپ کی دوسری ممتاز علمی اور ثقافتی زبانوں کو پیچھے دھکیل کر بین الاقوامی طور پر اپنی یکتائی منوائی ہے۔ موجودہ وقت میں کوئی بھی قوم اس سے تغافل نہیں برت سکتی۔ خاص طور پر ترقی پذیر قومیں جو وقت کے ساتھ ساتھ چلنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسے کالج اور یونیورسٹی میں ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے رکھنا ضروری ہے۔ لیکن انگریزی زبان کی ان ساری خوبیوں کے باوجود ہماری تعلیمی و قومی زندگی ہمیں ذریعہ تعلیم بنانے کی مطلقاً اجازت نہیں دیتی۔ کیونکہ ایسا کرنا صرف تعلیم بلکہ ان بلند مقاصد اور نصب العین کے بھی خلاف ہوگا جن پر بحث کرنے کے لئے حال ہی میں جمہوری حکومت نے بروقت اسلام آباد میں تعلیمی کانفرنس بلائی ہے

خود برصغیر میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کہیں بھی مقامی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا اور انگریزی کو زبان کی حیثیت سے اختیار کیا گیا وہاں تعلیم سے وابستہ مقاصد بہتر طور پر پورے ہوئے۔ مثلاً رابندر ناتھ ٹیگور نے اپنے تعلیمی ادارے میں بنگالی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا اور اس ادارے سے پڑھے

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو Indian Problems, by H. White head. London, 1924 PP. 117 - 189. (Education).

بہت سے لوگ انگریزی زبان میں ان لوگوں سے کہیں بہتر تھے جنہوں نے سرکاری مدارس میں، جن میں انگریزی ذریعہ تعلیم تھی، تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کی ایک دوسری مثال دہلی کالج میں ملتی ہے جہاں پر تمام اعلیٰ تعلیم اُردو زبان میں دی جاتی تھی۔ سائنس، فلسفہ، طبیعات۔ غرضیکہ یہ تمام علوم اُردو میں پڑھائے جاتے تھے اور اس کالج میں پڑھنے والے طلبہ کے بارے میں خود انگریز ماہرین نے لکھا کہ اس کالج کے طالب علم جدید علوم میں دوسرے انگریزی کالجوں سے کہیں زیادہ آگے ہیں ؁۔ ان کامیاب تجربوں کے بعد خالص تعلیمی نقطۂ نظر سے ہمارا یہ فرض تھا کہ ہم قیام پاکستان کے بعد اُردو زبان کو تمام مدارس کالجوں اور دانش گاہوں میں ذریعہ تعلیم بناتے اور اس تجربے سے فائدہ لیتے جو مرحوم جامعہ عثمانیہ نے اس سلسلہ میں کیا تھا، لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا اور اس کی ایک بڑی وجہ تعلیمی مسائل سے بے اعتنائی تھی اور اپنی تہذیب، تمدن، زبان اور عزتِ نفس سے یک قلم ناآشنائی۔ ستم کی انتہا یہ ہے کہ ایک طرف ہم برابر اس بات پر آنسو بہاتے رہے کہ تعلیم کا معیار پست ہوتا جا رہا ہے ہماری نظر، فکر اور کردار بگڑتے جا رہے ہیں، دوسری طرف تعلیم کے بنیادی تقاضوں سے بھی مسلسل تغافل برتا گیا اور اُردو سے برابر بے رخی روا رکھی گئی۔ تعجب اس بات پر ہے کہ تہذیب، مذہب اور روایات کے ثنا خوان انگریزی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنا کر بھی یہ توقع رکھتے تھے کہ ہماری تعلیم ہماری بلند روایات کی حامل کیوں نہیں رہی؟ اور اس کا معیار پست سے پست تر کیوں ہوتا جا رہا ہے؟ تعلیمی معیار کی پستی کا گلہ لیکن اُردو سے گریز! اسی صورت حال کے بارے میں ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ احساس کمتری کے مختلف مظاہر میں سے ایک مظہر یہ ہے کہ ہم اُردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے سے گریز کرتے رہے ہیں۔ اور جس زبان پر دل و جان سے نثار ہیں، وہ ہمارے قابو میں نہیں آتی۔ میکالے نے برصغیر کی زبان، ادب اور روایات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا کہ انگلستان میں سکول کی لڑکیاں ان کہانیوں پر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکیں گی، میکالے کے اس دعویٰ کو وقت نے غلط ثابت کر دیا ہے، البتہ یہ بات آج بھی دعویٰ سے کہی جا سکتی ہے کہ وہاں سکول کی لڑکیاں یہ سن کر یقیناً ہماری ہنسی اڑائیں گی کہ یہاں ذریعہ تعلیم ابھی تک انگریزی زبان ہے ہمارے پیش نظر اُردو ہندی نزاع بھی رہنا چاہیئے۔ خود بانی پاکستان نے اس نزاع پر کہا تھا:

؁ ۔ مولوی عبدالحق، مرحوم دہلی کالج ص ۱۴ - ۳۲ (دہلی ۱۹۴۵ء)

"زبان کا اثر قوم کے تمدن، معاشرت اور تعمیر پر پڑا کرتا ہے۔ میں اپنی ہی مثال پیش کرتا ہوں۔ مجھے شروع شروع میں گجراتی کی تعلیم دی گئی۔ اس کے بعد انگریزی پڑھائی گئی اور انگلستان بھیج کر انگریزی زبان کی انتہائی تعلیم دلوائی گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری رگ رگ میں انگریزیت سما گئی۔ میں اپنی اس کمزوری کا احساس کرتا ہوں اور اس سے علیحدہ ہونا چاہتا ہوں ......"۱ اسی چیز کو ملحوظ رکھ کر مسلمانوں نے مطالبہ کیا ہے کہ ان کی مادری زبان اُردو کو جاری رہنے دیا جائے لیکن کانگریس نے ہماری ایک نہ سنی وہ عملاً ہندی یا ہندوستانی کو سب کے لئے لازمی کر رہی ہے۔ چنانچہ تاریخ، واقعات اور تجربات کی روشنی میں ہماری یہ رائے ہے کہ اُردو زبان کو مزید کسی تاخیر کے اعلیٰ تعلیم تک ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔

مسرت کا مقام ہے کہ اسلام آباد تعلیمی کانفرنس میں ان مسائل پر غور و فکر کیا گیا اور ماہرین کی مرتب کردہ سفارشات میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ الف۔ اے تک اُردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔ ہر چند کہ یہ اس سلسلہ میں پہلا قدم ہے، لیکن اس سفارش پر فوری طور پر عمل ہونا چاہئے کیونکہ اگر ٹیکسٹ بکس مکمل ہونے کے بہانے سے اس ادھوری سفارش کو ملتوی کیا گیا تو نتیجہ وہی برآمد ہوگا جو پہلے ہوا کہ ہم تعلیمی میدان میں بہت پیچھے رہ جائیں گے۔ اس کے بعد تعلیمی معیار کی پستی یا اسلامی اور اخلاقی روایات سے دوری کا شکوہ فضول ہوگا۔ کیونکہ وقت کسی کی خاطر اپنی رفتار نہیں بدلتا اور تاریخ کسی کے لئے اپنا فیصلہ نہیں روکتی۔ جب ہم ان دونوں کا ساتھ نہیں دیتے تو پھر ہمیں ان سے گلہ کرنے کا حق بھی نہیں ہے۔

****